اسلام
کمزور کی ظلم سے حفاظت کرتا ہے

سید جلال الدین عمری

ظلم کے لئے دنیا میں کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔ اگر کسی ایک فرد پر بھی ظلم و زیادتی ہو تو پوری دنیا کا سر شرم سے جھک جانا چاہئے، لیکن یہاں افراد ہی پر نہیں بلکہ بڑے بڑے گروہوں پر جور و ستم کے پہاڑ توڑے گئے ہیں۔ اس سے نہ تو ماضی کا دامن پاک تھا اور نہ حال کا دامن پاک ہے۔ ظلم کا نشانہ کمزور ہی بنتا ہے۔ یہ دنیا کی تاریخ ہے اور بڑی ہی دردناک تاریخ ہے کہ اشخاص نے بھی اور جماعتوں نے بھی اپنے سے کمزور افراد اور جماعتوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کو لوٹا ہے اور بے دریغ لوٹا ہے۔ ان پر اس قدر جور و ستم ڈھایا ہے کہ اس کے تصور سے بھی روح کانپ جاتی ہے۔ اب بھی یہ سب کچھ ہوتا ہے۔

اسلام سے قبل عرب میں کمزوروں کی حالت

اسلام جس معاشرہ میں آیا اس میں کمزور افراد اور طبقات دونوں ہی سخت مظالم کے شکار تھے غلاموں اور محکوموں پر ان کے مالک اور آقا مشق ستم کر رہے تھے، عورتوں پر مردوں کی زیادتی ہو رہی تھی۔ یتیموں کے حقوق ان کے نام نہاد سرپرستوں کے ہاتھوں پامال ہو رہے تھے، وطن سے دور اجنبیوں اور مسافروں کی جان و مال ہر وقت خطرے میں رہتی تھی۔ معذوروں اور مجبوروں کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ غرض یہ کہ ظلم کی چکی ہر طرف پوری قوت سے چل رہی تھی اور کمزور و بے کس انسان اس میں بری طرح پس رہے تھے۔ اس صورت حال کی تصویر کشی قرآن مجید نے ان الفاظ میں کی ہے۔

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا تَحَاضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۝ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝ (الفجر: ۱۷-۲۰)

ہرگز نہیں! تم یتیم کے ساتھ عزت کا سلوک نہیں کرتے اور مسکین کو کھانا کھلانے پر ایک دوسرے کو نہیں ابھارتے ہو۔ اور میراث کا سارا مال خود سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال سے بے حد محبت کرتے ہو۔

ہجرت حبشہ کے بعد حضرت جعفر طیارؓ نے نجاشی کے دربار میں جو بے نظیر تقریر کی تھی اس سے اس معاشرہ کی بھرپور ترجمانی ہوتی ہے۔ انھوں نے فرمایا۔

ايها الملك كنّا قوما اهل جاهلية نعبد الاصنام ونأكل الميتة ونأتي الفواحش ونقطع الارحام ونسيئ الجوار يأكل القويّ منّا الضعيف

اے بادشاہ ہم ایسی قوم تھے جو جاہلیت میں پڑی ہوئی تھی، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے بے حیائیوں کا ارتکاب کرتے تھے، خونی رشتوں کو کاٹ دیتے تھے، پڑوسیوں کے ساتھ برا سلوک کرتے تھے۔ (غرض یہ کہ) ہم میں جو طاقتور تھا وہ کمزور کو کھا رہا تھا۔

اسلام نے کمزوروں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی

اس کے بعد اسی تقریر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کی تعلیم کا ذکر حضرت جعفر نے ان الفاظ میں کیا۔

كنا على ذالك حتى بعث الله الينا رسولا منا نعرف نسبه و صدقه وامانته وعفافه فدعانا الى الله لنوحده ونعبده ونخلع ماكنا نحن نعبد وآباءنا من دونه من الحجارة والاوثان وامرنا بصدق الحديث واداء الامانة

یہ تھی ہماری حالت۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس ہم ہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ ہم اس کے حسب نسب سے، اس کی صداقت امانت اور پاک دامنی سے واقف ہیں۔ اس نے ہمیں اللہ کی طرف دعوت دی کہ ہم اسے ایک مانیں، اس کی عبادت کریں اور ہم اور ہمارے باپ دادا جن پتھروں اور جن

وصلة الرحم وحسن الجوار والكف عن المحارم والدماء ونهانا عن الفواحش وقول الزور واكل مال اليتيم وقذف المحصنة وامرنا ان نعبد الله وحده لانشرك به شيئا وامرنا بالصلوة والزكاة والصيام [1]

بتوں کی عبادت کرتے ہیں ان سے کنارہ کش ہو جائیں اس نے ہمیں حکم دیا کہ سچ بولیں، امانت ادا کریں صلہ رحمی کریں، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کریں حرام کاموں سے بچیں اور خون نہ بہائیں، اس نے ہمیں بے حیائی کے کاموں سے، جھوٹ بولنے سے، یتیم کا مال کھانے سے اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا۔ اس نے ہم سے کہا کہ ہم صرف اللہ واحد کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور اس نے نماز، صدقہ خیرات اور روزہ کا حکم دیا۔

اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا

ظلم کے استیصال کے لئے اسلام نے اس کی شناعت واضح کی، اس سے نفرت ابھاری اور اس کے خلاف ہر طرف ایسی فضا تیار کی کہ ظلم کرنے سے پہلے آدمی ہزار بار سوچنے پر مجبور ہو جائے کہ معاشرہ اسے برداشت کرے گا بھی یا نہیں؟ اس نے سب سے پہلے تو یہ احساس پیدا کیا اور اسے زندہ رکھا کہ انسانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ وہ اعلیٰ اخلاقی رویہ اختیار کرنا چاہیے جو اس کائنات کے خالق و مالک کو پسند ہے۔ وہ نہ ظلم کرتا ہے اور نہ ظلم کو پسند کرتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ بات بڑی تکرار کے ساتھ کہی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ظلم سے پاک ہے۔ وہ کبھی کسی کے ساتھ کسی طرح کا ظلم نہیں کرتا۔ ایک جگہ ارشاد ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
(النساء: ۴۰)

بے شک اللہ تعالیٰ ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا

---

[1] مسند احمد ۱/۲۰۲ — ۵/۲۹۱ ابن ہشام ۱/۳۵۸، ۳۵۹

ایک اور جگہ فرمایا

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا　(یونس: ۴۴)	یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ ظلم کو ناپسند کرتا ہے

یہی خوبی وہ اپنے بندوں کے اندر بھی دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ اس بات کو سخت ناپسند کرتا ہے کہ اس کے بندے ظلم و ناانصافی کی راہ اختیار کریں اور ان کے درمیان جور و تعدی کا بازار گرم رہے۔ فرمایا

وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ　(المائدہ: ۸۷)	اور زیادتی نہ کرو بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔
وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ　(آل عمران: ۱۴۰)	اور اللہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ایک حدیث قدسی میں یہی بات بڑے موثر انداز میں کہی گئی ہے۔

یاعبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرما فلا تظالموا ۳۲	اے میرے بندو! میں نے اپنی ذات پر بھی ظلم حرام قرار دے رکھا ہے اور تمہارے درمیان بھی اسے حرام ٹھہرایا ہے۔ لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان اللہ اوحی الی ان تواضعوا حتی لایفخر احد علی احد ولا یبغی احد علی احد ۳۳	اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی فرمائی ہے کہ تم لوگ اس حد تک تواضع و خاکساری اختیار کرو کہ نہ تو کوئی کسی کے مقابلے میں گھمنڈ کرے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی کرے۔

---

۳۲ مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم۔ مسند احمد ۵/۱۶۰ ۳۳ مسلم، کتاب الجنۃ، باب الصفات التی یعرف بہا الخ کی ایک لمبی حدیث کا یہ ایک ٹکڑا ہے۔ یہ ٹکڑا ابوداؤد میں بھی ہے۔ کتاب الادب، باب فی التواضع

ظلم کرنے والوں کی مذمت

قرآن مجید نے یہود پر جن پہلوؤں سے سخت تنقید کی ہے ان میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ ظلم و زیادتی کا رویہ اپنائے ہوئے ہیں اور ناجائز اور حرام طریقوں سے پیٹ بھرتے ہیں۔ فرمایا

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ (المائدہ ۶۲)

اور اے محمدؐ تم ان لوگوں میں بہتیروں کو دیکھو گے کہ گناہ کی باتوں پر زیادتی کی باتوں پر اور حرام خوری پر خوب لپکتے ہیں

طاقتور کمزور پر ظلم نہ کرے

مال و دولت اور قوت و طاقت پاکر کم ظرف انسان سرکش ہو جاتا ہے۔ دوسروں کو دبانے کچلنے اور غلام بنانے کے لئے اپنی طاقت استعمال کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ جو طاقتور ہے اسی سے یہ توقع کی جا سکتی ہے اور فی الواقع وہی اس حیثیت میں ہوتا بھی ہے کہ بندگانِ خدا پر رحم کھائے اور بے کسوں اور لاچاروں کی مدد کرے۔ یہ بات تہذیب، اخلاق اور شرافت سے بہت دور اور سخت تکلیف دہ ہوتی ہے کہ جہاں سے خیر کا صدور ہونا چاہیئے وہاں سے شر ظاہر ہو اور جس سے نفع کی امید کی جائے اس سے نقصان پہونچے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تین آدمیوں کو سخت ناپسند کرتا اور ان سے نفرت کرتا ہے۔ ایک وہ جو بڑھاپے میں بدکاری کرے، دوسرا وہ جو غربت اور محتاجی کے باوجود تکبر اور نخوت نہ چھوڑے تیسرا وہ جو دولت پاکر جور و تعدی پر اتر آئے [۱]

اللہ تعالیٰ کا کوئی فیصلہ حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔ بعض اوقات غربت و افلاس میں اس کی طرف سے تنبیہ ہوتی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ انسان کو اپنی غلطیوں کا احساس

---

[۱] ترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء فی صفۃ انہار الجنۃ۔ نسائی، کتاب الزکوٰۃ، باب ثواب من یعطی

ہو۔اس کے اندر سوز وگداز ابھرے اور وہ انانیت کو ختم کر کے پوری قوت سے اس کی طرف پلٹے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناگوار گذرتی ہے کہ انسان اس تنبیہ سے فائدہ نہ اٹھائے اور مست مئے پندار رہے۔ اسی طرح دولت بھی ایک امتحان ہے اس سے انسان کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ جو شخص ان ذمہ داریوں کو نہ پہچانے اور مال و دولت کے سہارے دوسروں پر ظلم کے تیر برساتا پھرے وہ خدا کے غضب کو دعوت دیتا ہے۔

اس حدیث کا ایک خاص پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں غریب سے کہا گیا کہ غرور اور گھمنڈ اسے زیب نہیں دیتا اور امیر کو ہدایت کی گئی کہ اس کا دامن جور و تعدی سے پاک ہونا چاہیے۔ اس طرح اسلام امیر اور غریب دونوں ہی کی اصلاح اور ایک خاص رخ سے ان میں سے ہر ایک کی تربیت چاہتا ہے۔

حذر از آہِ مظلوماں

کسی بے گناہ پر ستم ڈھانا اور اسے اس کے جائز حقوق سے محروم کرنا خدا کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مظلوم کی آہ سے بچو اس لئے کہ جب وہ فریاد کرتا ہے تو اس کی فریاد فوراً سنی جاتی ہے اور اس کی مقبولیت کی راہ میں کوئی چیز مانع نہیں ہوتی۔ حضرت معاذ ابن جبلؓ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یمن کا گورنر مقرر کیا تو نصیحت فرمائی

اتق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینہ وبین اللہ حجاب [1]	مظلوم کی بددعا سے بچو۔ اس لئے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے

حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ایاک ودعوۃ المظلوم فانما یسال اللہ حقہ وان اللہ	مظلوم کی بددعا سے بچو۔ اس لئے کہ وہ اللہ سے اپنا حق مانگتا ہے۔ اور اللہ کسی حق دار

[1] بخاری، ابواب المظالم والقصاص، باب دعوۃ المظلوم۔

لا یمنع ذا حق حقہ ۱ — کا حق نہیں روکتا۔

حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

ثلثة لا ترد دعوتهم الصائم حين يفطر والامام العادل ودعوة المظلوم يرفعها الله فوق الغمام وتفتح لها ابواب السماء و يقول الرب وعزتي لانصرنك ولو بعد حين ۲

تین آدمیوں کی دعا (خدا کے دربار سے) رد نہیں ہوتی۔ روزہ دار کی دعا جب وہ (دن بھر کے روزے کے بعد) افطار کے وقت دعا کرتا ہے، امام عادل کی دعا اور مظلوم کی دعا کو تو اللہ تعالیٰ بادل کے اوپر اٹھا لے جاتا ہے، اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری عزت اور جلال کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا کچھ وقت کے بعد ہی سہی۔

ظلم کا انجام دنیا میں

قرآن و حدیث میں بار بار سمجھایا گیا ہے اور تنبیہ کی گئی ہے کہ اس دنیا میں جب بھی جبر و استبداد کا رویہ اختیار کیا گیا اور طاقت کے نشے میں اس حقیقت کو فراموش کر دیا گیا کہ اس کائنات کا ایک مالک اور حاکم بھی ہے جو ظلم کو پسند نہیں کرتا اور ظالم کا پنجہ موڑ سکتا ہے تو بڑے بھیانک اور دردناک نتائج دیکھنے پڑے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا

ان اللہ لیملی الظالم حتی اذا اخذہ لم یفلتہ

اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے اور جب پکڑتا ہے تو وہ بچ کر نکل نہیں پایا۔

---

۱ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الظلم بحوالہ بیہقی۔ ۲ ترمذی، کتاب الدعوات باب

اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

وکذالك اخذ ربك اذا اخذ القریٰ وھی ظالمۃ ان اخذہ الیم شدید (ہود:۶)	اور اسی طرح تیرے رب کی پکڑ تھی جب کہ اس نے ان بستیوں کو پکڑا جو ظلم کر رہی تھیں بے شک اس کی پکڑ دردناک اور سخت ہوتی ہے

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مامن ذنب احدران یعجل اللہ تعالےٰ لصاحبہ العقوبۃ فی الدنیا مع ما یدخرلہ فی الآخرۃ مثل البغی وقطیعۃ الرحم[1]	کسی پر ظلم کرنا اور خونی رشتہ کا کاٹنا یہ دو ایسے گناہ ہیں کہ کوئی دوسرا گناہ ان سے زیادہ اس کا مستحق نہیں ہے کہ اس کے ارتکاب کرنے والے کو اللہ تعالیٰ جلد اس دنیا ہی میں سزا دے علاوہ اس عذاب کے جو اس نے آخرت میں ان کے لئے رکھا ہے ۔

اگر انسان خدا کے قانون کو نہ سمجھے اور تاریخ سے عبرت نہ حاصل کرے تو وہ خود بھی دوسروں کے لئے عبرت کا سامان بن جاتا ہے ۔ جو شخص ظالموں کی صف ہی میں کھڑا ہونا چاہے اسے اس انجام بد سے کوئی چیز بچا نہیں سکتی جو ظالموں کے لئے مقدر ہے ۔

ظلم کا انجام آخرت میں

آخرت میں ظالموں کا جو حشر ہوگا قرآن و حدیث میں اس کا بڑا دردناک نقشہ کھینچا گیا ہے ۔ ایک جگہ قرآن شریف میں ہے

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اِنَّمَا	تم یہ نہ سمجھو کہ یہ ظالم جو کچھ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے غافل ہے وہ ان کو اس دن کے لئے ڈھیل

[1] بخاری، کتاب التفسیر (سورہ ہود) مسلم، الواب البر والصلہ، باب تحریم الظلم ۲؎ ابوداؤد ، کتاب الادب، باب فی النہی عن البغی

يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ۝ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ۝ وَأَنذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُم مِّن قَبْلُ مَا لَكُم مِّن زَوَالٍ ۝ وَسَكَنتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ ۝

(ابراہیم: ۴۲، ۴۵)

دے رہا ہے جب کہ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، سر جھکائے دوڑ رہے ہوں گے، نظریں (اوپر جمی ہوں گی) اور وہ ان کی طرف نہیں پلٹیں گی اور دل اڑ رہے ہوں گے۔ ان کو اس دن سے ڈراؤ جب کہ (واقعتہً) ان پر خدا کا عذاب آ جائے گا، اس وقت ظالم کہیں گے، اے ہمارے رب ہمیں تھوڑی سی مہلت اور دے دے ہم تیری دعوت پر لبیک کہیں گے اور تیرے رسولوں کی اتباع کریں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم نے اس سے پہلے قسم کھا کر نہیں کہا تھا کہ تم پر زوال نہیں آئے گا۔ حالانکہ تم ان لوگوں کی بستیوں میں رہ چکے تھے جنھوں نے اپنے ساتھ زیادتی کی اور تم پر (یہ بھی) اچھی طرح واضح تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ہم نے مثالیں دے کر تمہیں سمجھایا تھا۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کو ظلمتوں سے تعبیر فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[1] ظلم قیامت کے روز تاریکیاں ہوگا

مطلب یہ کہ قیامت کے روز ظالم کے چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی ہوگی اور وہ اس روشنی سے محروم ہوگا جو جنت تک پہونچاتی ہے۔

اسی مفہوم کی ایک اور حدیث، حضرت جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول

---

[1] بخاری، ابواب المظالم والقصاص۔ مسلم کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات یوم القیامۃ واتقوا الشح فان الشح اھلک من کان قبلکم حملھم علی ان سفکوا دماءھم واستحلوا محارمھم سلہ

ظلم سے بچو اس لئے کہ ظلم قیامت کے روز ظلمتیں بن کر آئے گا بخل سے بچو اس لئے کہ بخل نے تم سے پہلے کے لوگوں کو ہلاک کیا ۔ اس نے انھیں اس پر ابھارا کہ اپنے لوگوں کا خون بہائیں اور اللہ کے قائم کردہ محرمات کو توڑیں۔

اس حدیث میں ظلم سے منع کرنے کے ساتھ بخل اور کنجوسی سے بھی منع کیا گیا ہے ۔ دونوں میں بڑا گہرا ربط ہے ۔ ظلم ہی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آدمی مال پر سانپ بنا بیٹھا رہے اور حق داروں کا حق نہ ادا کرے ۔ اس کے بڑے بھیانک نتائج نکلتے ہیں جب لوگوں کے حقوق مارے جاتے ہیں اور ان کے جائز مطالبات پورے نہیں کئے جاتے تو معاشرہ میں لازماً کشیدگی اور بے چینی پیدا ہوتی ہے اس سے پورا معاشرہ آہستہ آہستہ فتنہ وفساد اور قتل وغارتگری کی لپیٹ میں اس طرح آجاتا ہے کہ اس سے نکلنا مشکل ہوجاتا ہے ۔ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے کسی کو مال دیا ہے تو وہ ظلم وزیادتی کی راہ نہ اختیار کرے اور ہر ایک کو اس کا حق ادا کرے ورنہ وہ خود بھی تباہ ہوگا اور معاشرہ بھی برباد ہوگا ۔ کتنی بڑی حقیقت ہے جو اس حدیث میں سمجھائی گئی ہے ۔

آخرت میں ظلم معاف نہ ہوگا

حدیث میں آتا ہے کہ انسانوں کے ساتھ ظلم وزیادتی وہ جرم ہے کہ قیامت کے روز معاف نہیں ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ ظالم سے بدلہ لے گا اور مظلوم کو اس کا حق دلوائے گا ۔ اس لئے ظالم کو اپنے ظلم کی تلافی اسی دنیا میں کردینی چاہیئے ۔

حضرت عائشہ رضہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم کے

سلہ مسلم ، ابواب البر والصلہ ، باب تحریم الظلم

دفاتر تین طرح کے ہوں گے۔ ایک ظلم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا۔ دوسرا ظلم وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ پروا نہیں کرے گا اسے معاف فرمادے گا۔ تیسرا ظلم وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ انتقام ضرور لے گا۔ جس ظلم کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا وہ شرک ہے۔ چنانچہ خود اس نے فرمایا ہے ومن یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ (جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے تو اللہ اس پر جنت کو حرام کردے گا) جس ظلم کو اللہ معاف فرمادے گا وہ ہے جس کا ارتکاب بندے خود اس کے سلسلہ میں کرتے ہیں جیسے کسی نے کوئی روزہ چھوڑ دیا یا کسی وقت کی نماز نہیں پڑھی۔ اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرمائے گا۔ وہ ظلم جس کا اللہ تعالیٰ ضرور حساب کتاب لے گا اور انصاف فرمائے گا وہ ہے جو بندے ایک دوسرے پر کرتے ہیں۔ اس کا قصاص لئے بغیر وہ نہیں چھوڑے گا ظالم سے بدلہ لے گا اور مظلوم کو اس کا حق دلوائے گا۔[1]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ سے پوچھا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم و دینار اور مال و متاع نہ ہو۔ آپ نے فرمایا یہ نہیں میری امت میں (حقیقی) مفلس اور کنگال وہ شخص ہے جو قیامت کے روز نماز، روزہ، زکوٰۃ سب کچھ لے کر آئے گا لیکن اس کے ساتھ اس نے کسی کو برا بھلا کہا ہوگا کسی کا خون بہایا ہوگا کسی کا مال کھایا ہوگا (اس طرح دوسروں کی حق تلفی کی ہوگی) اللہ تعالیٰ اس کی کچھ نیکیاں ان میں سے ایک کو کچھ دوسرے کو اور کچھ تیسرے کو دے دے گا۔ ان کا حساب پورا ہونے سے پہلے اگر اس کی نیکیاں ختم ہوجائیں گی تو ان کے گناہ اس کے سر ڈال دیئے جائیں گے اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔[2]

ظالم اپنے ظلم کی دنیا میں تلافی کرلے

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر کسی نے

---

[1] مسند احمد ۶/۲۴۰ و رواہ البیہقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ، کتاب الادب، باب فی الظلم) و رواہ الطیالسی والبزار عن انس باسناد حسن (التیسیر لشرح الجامع الصغیر ۲/۱۲۴) [2] مسلم، ابواب البر والصلہ باب تحریم الظلم، ترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ، باب ما جاء فی شان الحساب والقصاص

اپنے بھائی کو رسوا اور بے آبرو کیا ہے۔ اس کے مال و اسباب یا اور کسی چیز پر دست درازی کی ہے۔ غرض یہ کہ کسی کے ساتھ کوئی بھی ظلم کیا ہے تو دنیا ہی میں معاف کرا کے اور اس کی تلافی کر دے ورنہ قیامت کے روز جب کہ دینار و درہم نہ ہوں گے کہ کسی کو ان کے ذریعے خوش کیا جا سکے تو ظالم کے نیک اعمال اس کے ظلم کے تناسب سے مظلوم کو دے دیئے جائیں گے۔ جب اس کا نامۂ اعمال نیکیوں سے خالی ہو جائے گا اور مظلوم کا حق باقی رہے گا تو مظلوم کے گناہ اس کے سر ڈال دیئے جائیں گے[1]

قرآن و حدیث سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اسے لازماً اس سے توبہ کرنی چاہیئے۔ اگر اس نافرمانی سے کسی بندہ کو نقصان پہونچے تو توبہ کے ساتھ اس کی تلافی بھی ضروری ہے۔ کسی کو تکلیف یا اذیت پہونچانے، اس کا حق مارنے، اس کا مال کھانے یا اس کے ساتھ کسی بھی قسم کی زیادتی کے بعد محض اللہ سے توبہ کافی نہیں ہے۔ اس نقصان کو بھی پورا کرنا ہوگا جو دوسرے کو پہونچا ہے۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں۔

علماء نے کہا ہے کہ ہر گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے۔ اگر اس کا تعلق خدا اور بندہ سے ہے اور کسی انسان کا حق ضائع نہیں ہوا ہے تو توبہ کی تین شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی اس گناہ سے باز آجائے جس کا وہ ارتکاب کر رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ اپنے کیئے پر ندامت محسوس کرے۔ تیسرے یہ کہ اس بات کا عزم کرے کہ پھر اس کا اعادہ نہیں کرے گا۔ اگر ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو توبہ صحیح نہیں ہوگی۔ اگر معصیت کا تعلق انسانی حقوق سے ہے تو ان تین شرائط کے ساتھ ایک اور شرط کا اضافہ ہوگا۔ وہ یہ کہ جس کا جو حق مارا ہے وہ ادا کرے۔ اگر مالیات کی نوعیت کی کوئی چیز ہے تو اسے لوٹا دے۔ اگر تہمت وغیرہ لگائی ہے تو اسے مناسب انتقام کا موقع دے یا اس سے معافی طلب کرے اگر غیبت کی ہے تو معافی تلافی کے ذریعہ اس سے چھٹکارا حاصل کرے[2]

---

[1] بخاری، کتاب المظالم والقصاص، باب من کانت لہ مظلمۃ
[2] ریاض الصالحین، باب التوبہ صد ۱۱-۱۲

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں

امرِ حق یہ ہے کہ محض توبہ سے مظلوم کا حق ساقط نہیں ہوتا۔ اس معاملہ میں قاتلوں اور دوسرے ظالموں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے ...... توبہ اسی وقت مکمل ہوگی جب کہ ظلم کا عوض فراہم کیا جائے۔ اگر دنیا میں یہ نہ دیا جائے تو آخرت میں لازماً دینا ہی پڑے گا۔[۱]

ظالم کا کوئی ساتھ نہ دے

ظلم کسی ایک فرد پر ہو رہا ہو یا جماعت پر، اس سلسلے میں معاشرہ پر بھی کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ معاشرہ کو ان ذمہ داریوں کا احساس نہ ہو، وہ ان کو ادا نہ کرے تو اپنا حق مانگنے والوں اور دوسروں کا حق چھیننے والوں کے درمیان معرکے بھی ہوتے رہیں گے اور کبھی ایک اور کبھی دوسرا غالب بھی آتا رہے گا لیکن ظلم و جور کا استیصال نہ ہوگا۔ برائیاں اس وقت مٹتی ہیں جب کہ پورا معاشرہ ان کے خلاف حرکت میں آجائے، ان کو قدم جمانے نہ دے اور جہاں کوئی برائی سر اٹھائے اسے کچل کر رکھ دے۔ اسلام ظلم کے خلاف اسی قسم کی فضا پیدا کرتا ہے اس سلسلے میں اس کی سب سے پہلی ہدایت یہ ہے کہ کوئی شخص ظلم و زیادتی میں کسی کا ساتھ نہ دے اور ظالم کا کوئی تعاون نہ کرے۔ اوس بن شرحبیل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

من مشی مع ظالم لیقویہ	جو شخص ظالم کو ظالم جانتے ہوئے اسے تقویت
وھو یعلم انہ ظالم فقد	پہنچانے کے لئے اس کے ساتھ چلے وہ اسلام
خرج من الاسلام[۲]	سے خارج ہوگیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[۱] فتاوی ابن تیمیہ طبع جدید ۱۸/۱۸۷ اس موضوع پر تفصیلی بحث کے لئے دیکھی جائے امام غزالی کی کتاب احیاء علوم الدین ۲/۱۱۳-۱۱۹ [۲] مشکوٰۃ المصابیح۔ کتاب الآداب، باب الظلم بحوالہ بیہقی۔ قال المنذری رواہ الطبرانی فی الکبیر وھو حدیث غریب۔ الترغیب والترہیب ص ۲۲۲

من اعان علی خصومۃ بظلم فقد باء بغضب اللہ لہ	جس نے کسی جھگڑے میں ظلم کے ساتھ مدد کی وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹا

مظلوم کا ساتھ دیا جائے

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ظالم سے عدم تعاون بھی مظلوم کے ساتھ ہمدردی ہے۔ بعض اوقات تو ظالم کے ساتھ آدمی کے مفادات وابستہ ہوتے ہیں۔ ان مفادات کو چھوڑ دینا بڑی قربانی ہے لیکن اس کے باوجود مظلوم کی مظلومی اس سے اونچے کردار کا تقاضہ کرتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ ظالم کے مقابلے میں مظلوم کا ساتھ دیا جائے۔ اس کی دست گیری اور مدد کی جائے یہی کردار اسلام پیدا کرتا ہے۔ اس نے اس بات کی تعلیم دی اور تاکید کی کہ کسی کے ساتھ ظلم ہو رہا ہو تو اسے بے یار و مددگار نہ چھوڑا جائے بلکہ اس کی مدد کی جائے اور اسے ظالم کے پنجے سے چھڑایا جائے۔ اخلاق کی دنیا میں اس کا بھی ایک مقام ہے کہ انسان کسی کمزور پر دست درازی نہ کرے لیکن یہ ایسا مقام ہے کہ وہ اس سے نیچے اتر آئے تو حیوان کی سطح پر پہنچ جاتا ہے۔ اس کی انسانیت، اخلاق اور شرافت کا تقاضہ یہ ہے کہ کوئی درندہ صفت آدمی کسی بے بس اور مجبور شخص پر ہاتھ اٹھائے تو وہ ڈھال بن جائے اور اس کی چیرہ دستی کو روک دے۔ اسلام انسان کو انسانیت کے اسی مقام بلند تک پہنچاتا ہے حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات باتوں کا حکم دیا اور سات باتوں سے منع فرمایا ان میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ ہم مظلوم کی مدد کریں[۲]۔ اس حکم کی قانونی حیثیت کے بارے میں امام نووی لکھتے ہیں:

...... اما نصر المظلوم فمن فروض	..... رہا مظلوم کی مدد کرنا تو یہ ان احکام میں سے

---

[۱] ابوداؤد، کتاب القضایا۔ باب فی الرجل یعین علی خصومۃ الخ۔ اسی مفہوم کی ایک روایت ابن ماجہ میں بھی ہے ملاحظہ ہو ابواب الاحکام باب من ادعی مالیس لہ
[۲] بخاری، کتاب الاشربہ۔ باب آنیۃ الفضۃ۔ مسلم کتاب اللباس۔

الكفاية وهو من جملة الامر بالمعروف والنهي عن المنكر وانما يتوجه الامر به على من قدر عليه ولم يخف ضررا [1]

ہے جو فرض کفایہ ہیں ۔ یہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذیل میں آتا ہے ۔ اس کے مخاطب (معاشرہ کے) وہ افراد ہیں جو اس کی طاقت رکھتے ہوں اور اس کی وجہ سے انھیں کسی نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔

علامہ ابن دقیق العید کہتے ہیں

ونصر المظلوم من الفروض اللازمة على من علم بظلمه وقدر على نصرة وهو من فروض الكفايات لما فيه من ازالة المنكر ودفع الضرر من المسلم [2]

مظلوم کی مدد ان فرائض میں داخل ہے جو اس شخص پر لازم ہوتے ہیں جو یہ نہ جانتا ہو کہ کسی پر ظلم ہو رہا ہے اور وہ اس کی مدد بھی کر سکتا ہو۔ یہ ان احکام میں سے ہے جو فرض کفایہ ہیں اس لئے کہ اس سے منکر کو مٹایا اور ایک مسلمان کو پہونچنے والے ضرر کو دور کیا جاتا ہے

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی پر ظلم ہو رہا ہو تو جو شخص اس ظلم کو روک سکتا ہو اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ آگے بڑھ کر اسے روک دے ۔ یہ معاشرہ پر فرض کفایہ ہے ۔ اگر کسی نے بھی یہ فرض انجام نہ دیا تو پورا معاشرہ گناہ گار ہوگا اور اللہ تعالیٰ کو اس کا جواب دینا ہوگا ۔ معاشرہ سے یہ فرض صرف اسی صورت میں ساقط ہوگا جب کہ یہ مان لیا جائے کہ اس میں ایک شخص بھی ظلم کے خلاف آواز اٹھانے اور مظلوم کی حمایت میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور اس کی وجہ سے اسے ناقابل برداشت نقصان پہونچنے کا اندیشہ تھا ۔

ظالم کو ظلم سے روکا جائے

جب کبھی کوئی ستمگر اٹھ کر چاروں طرف تباہی مچادے، بندگانِ خدا کا خون بہائے

---

[1] شرح مسلم ۲/۱۸۸ [2] احکام الاحکام ۴/۲۱۸

ان کے حقوق چھین لے اور ان کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کرنے لگے تو جو لوگ مذہبی یا با اخلاق سمجھے جاتے ہیں ان پر بالعموم دو طرح کے ردعمل ہوتے ہیں۔ ایک ردعمل سکوت اور خاموشی کا ہوتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ ان کی حیثیت تماشائی کی ہوتی ہے اور ظلم کی زد دوسروں پر پڑتی ہے۔ دوسرا ردعمل اس وقت ہوتا ہے جب کہ ظلم کے تازیانے خود ان پر برستے ہیں۔ یہ ردعمل آہ وبکا اور فریاد و ماتم کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسلام نہ تو گونگی بہری دینداری کا قائل ہے اور نہ محض آہ و فغاں کو کافی سمجھتا ہے اس لئے کہ آدمی چاہے یہ سوچ کر مطمئن ہو جائے کہ کسی ظلم و زیادتی میں اس کا ہاتھ نہیں ہے یا رو دھو کر دل کا بوجھ تھوڑا ہلکا کرلے مگر اس سے بہر حال نہ تو ظلم مٹ سکتا ہے اور نہ عدل وجود میں آسکتا ہے ظلم کی بھی ایک طاقت ہوتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ طاقت ہی ظلم کرتا ہے، اسے توڑنے کے لئے اس کے خلاف علم اٹھانا، اس کے مقابلے میں سینہ سپر ہونا، اس کے لئے جان و مال لٹانا اور بڑی جد و جہد کرنی پڑتی ہے تب حقداروں کا حق ملتا ہے۔ مظلوموں کی دادرسی ہوتی ہے اور بڑی بات یہ کہ اپنا فرض ادا ہوتا ہے۔ مومن کی یہی شان بتائی گئی ہے کہ وہ ظالم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتا اور اسے ظلم سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر یہ امت اس شان اور عزم و حوصلہ کے اہل ایمان سے خالی ہو جائے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ اپنی زندگی کھو چکی اور اس کی اخلاقی موت واقع ہو گئی۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

اذا رأیتم امتی تھاب الظالم ان تقول لہ انک انت الظالم فقد تودع منھم [1]	جب تم دیکھو کہ میری امت ظالم سے یہ کہتے ہوئے ڈر رہی ہے کہ تم ہی ظالم ہو تو سمجھ لو کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

ظاہر ہے اس کے لئے بڑی جرأت وہمت اور ایمانی طاقت کی ضرورت ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ سلطان جابر کے سامنے کلمۂ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے اور

---

[1] مسند احمد ۲/۱۶۳، ۱۹۰

اس راہ میں جان دینا سب سے بڑی شہادت ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ظالم کے خلاف اس طرح کے جاں باز اور اصحاب عزم نہ اٹھیں تو ظلم پھولنے پھلنے لگے گا اور اس کے نتائج بد بھی سامنے آکر رہیں گے۔ خدا تعالیٰ ظلم کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ جب وہ حد سے بڑھ جاتا ہے تو اس کا عذاب آتا ہے اور برے بھلے سب ہی اس میں پس جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے حدیث میں تاکید کی گئی ہے کہ ظلم کو ابھرنے اور پنپنے نہ دیا جائے، ورنہ پورا سماج تباہ ہو کر رہے گا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے:

ان الناس اذا رأوا الظالم فلم یاخذوا علی یدیہ اوشک ان یعمھم اللہ بعقاب منہ [1]	جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ظلم سے نہ روک دیں تو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے ان سب پر عذاب عام نازل کردے۔

کسی گروہ کو ظلم کرنے نہ دے

اس طرح اسلام یہ چاہتا ہے کہ جب بھی کسی فرد پر ظلم ہو تو معاشرہ اس کی حمایت میں کھڑا ہو جائے اور ظلم کو روکنے کی پوری کوشش کرے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ ایک فرد ہی نہیں کوئی ایک گروہ دوسرے گروہ پر جور و ستم ڈھانے لگے۔ یہ محض امکان ہی نہیں دنیا کی تاریخ اس طرح کے جور و ستم سے بھری پڑی ہے۔ اسلامی معاشرہ میں خدانخواستہ کبھی یہ صورت پیش آئے تو دیکھئے قرآن مجید کا کیا حکم ہے؟

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى	اگر ایمان والوں میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح صفائی کرادو۔ لیکن اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو تم اس گروہ

---

[1] ترمذی، ابواب الفتن، باب ماجاء فی نزول العذاب اذا لم یغیر المنکر۔ ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب الامر والنہی

فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ٥ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

الحجرات : ۹ - ۱۰)

سے جنگ کرو جو زیادتی کرے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، جب وہ پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو۔ اور انصاف کرو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، مسلمان تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ پس اپنے دو بھائیوں میں (جب جھگڑا ہو تو) صلح کرا دو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائیگا۔[1]

اس آیت سے حسب ذیل باتیں نکلتی ہیں۔

ا۔ مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو فرمایا گیا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا (ان کے درمیان صلح کرا دو) اس کے لئے جو بھی کوشش کی جائے، نصیحت کی جائے، غلط فہمیوں کو دور کیا جائے، نزاع اور اختلاف کے نقصانات بیان کئے جائیں۔ اتحاد اور محبت کے فوائد سمجھائے جائیں، اثر و رسوخ استعمال کیا جائے، وہ اسلام کے نزدیک پسندیدہ اور بڑے اجر و ثواب کی مستحق ہے حضرت ابو درداءؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے سوال کیا کہ کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں جو (نفل) روزہ، صدقہ اور نماز سے بھی) زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ ہم نے عرض کیا ضرور بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔

اصلاح ذات البین فان فساد ذات البین ھی الحالقۃ[2]

وہ ہے لوگوں کے تعلقات کو ٹھیک کرنا اور ان کے اختلافات کو دور کرنا۔ رہا لوگوں کے تعلقات کو بگاڑنا تو یہ آدمیوں کی نیکیوں کو مونڈ دینے والا عمل ہے۔

---

[1] وان طائفتان من المومنین اقتتلوا ... الآیہ (اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں ....) یہ انداز بتاتا ہے کہ مسلمانوں کی کسی بھی دو جماعتوں میں اختلاف کو لڑائی جھگڑے کی شکل نہیں اختیار کرنی چاہئے۔ یہ ایک اتفاقی بات ہی ہو سکتی ہے کہ وہ آپس میں لڑ پڑیں۔ تفسیر کبیر ۷/۲/ ۵
[2] ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ، باب.... ابو داؤد، کتاب الآداب، باب فی اصلاح ذات البین۔

۲۔ یہ صلح و صفائی عدل و انصاف اور اللہ کی کتاب کے مطابق ہو گی۔ اس سے قطع نظر کہ کس فریق کو اس سے فائدہ پہونچتا ہے اور کس کو نقصان؟ علامہ بغوی کہتے ہیں۔

فاصلحوا بینھما بالدعاء	ان کے درمیان صلح کرادو۔ انھیں اس بات کی
الی حکم کتاب اللہ والرضا	دعوت دے کر کہ اللہ کی کتاب جو حکم دے اسے مان لیں
بما فیہ لھما وعلیھما ؎۱	اور اس کے فیصلہ کو بخوشی قبول کر لیں چاہے وہ ان کے حق میں
	جائے یا ان کے خلاف۔

۳۔ محض جھگڑے کو ختم کر دینا کافی نہیں ہے بلکہ عدل و انصاف اور اللہ کی مرضی کے مطابق اس کا فیصلہ ضروری ہے، تاکہ مظلوم کو اس کا حق ملے اور اسبابِ نزاع ختم ہوں اور اگر یہ اسباب ختم نہ ہوں تو کسی بھی وقت دوبارہ نزاع ابھر سکتی ہے۔ علامہ ابو السعود کہتے ہیں

فاصلحوا بینھما بالعدل بفصل	ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ صلح
ما بینھما علی حکم اللہ تعالیٰ	کرو۔ وہ اس طرح کہ اللہ کے حکم کے مطابق ان
ولا تکتفوا بمجرد متارکتھما	کے اختلاف کا فیصلہ چکا دو۔ محض ان سے
عسی ان یکون بینھما قتال	کنارہ کشی اختیار کرنے پر اکتفا نہ کرو ورنہ ہو سکتا ہے
فی وقت اخر ؎۲	کہ کسی دوسرے وقت ان کے درمیان جھگڑا ابھر جائے

۴۔ نزاع اور اختلاف کے بعد عدل و انصاف سے ہٹ جانے کا اندیشہ رہتا ہے اس لئے اس پر خاص طور پہ زور دیا گیا تاکہ کسی بھی مرحلہ میں عدل و انصاف سے سرمو انحراف نہ ہونے پائے۔ علامہ ابو السعود کہتے ہیں۔

وتقیید الاصلاح بالعدل	(دوبارہ) اصلاح کے حکم کے ساتھ عدل کی
لانہ مظنۃ الحیف لوقوعہ	قید اس لئے لگائی ہے کہ جنگ کے بعد ہو رہا

؎۱ یہی بات تفسیر خازن میں بھی کہی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو خازن مع بغوی

؎۲ تفسیر ابی السعود علی ہامش الرازی ۷/۵۳ ۔ یہی بات روح المعانی میں بھی کہی گئی ہے جزء ۲۶/۱۵۰

بعد المقاتلہ وقد اکدّ ذالک حیث قال واقسطوا ای واعدلوا فی کل ما تأتون وما تذرون [۱]

صفائی ہوگی اس میں ناانصافی کا اندیشہ ہے، پھر اس کی مزید تاکید کے طور پر فرمایا 'واقسطوا' یعنی جو کچھ تم کرا در جو نہ کرو سب میں انصاف کا رویہ اختیار کرو۔

۵۔ فریقین میں سے ایک ظلم و زیادتی پر اصرار کرے اور حق و انصاف کے سامنے جھکنے کے لئے تیار نہ ہو تو مظلوم گروہ کی حمایت ضروری ہے تاکہ بزور اس کا حق اسے ظالم سے دلایا جا سکے۔ علامہ ابوالسعود کہتے ہیں۔

یجب معاونة من بغی علیہ بعد تقدیم النصح والسعی فی المصالحة [۲]

خیر خواہی اور مصالحت کی کوشش کے بعد اس شخص کی معاونت ضروری ہے جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔

۶۔ جو گروہ ظلم و زیادتی کرے اس کے خلاف طاقت اس وقت استعمال کی جائے گی جب کہ اصلاح کی کوشش ناکام ہو جائے۔ اس سے پہلے طاقت کا استعمال صحیح نہیں ہے۔ علامہ ابوبکر جصاص حنفی کہتے ہیں۔

امر اللہ تعالیٰ بالدعاء الی الحق قبل القتال ثم ان ابت الرجوع قوتلت [۳]

اللہ تعالیٰ نے قتال سے پہلے حق کی طرف بلانے کا حکم دیا ہے پھر اگر وہ حق کی طرف رجوع سے انکار کر دے تو اس سے قتال کیا جائے گا۔

علامہ ابن عربی مالکی کہتے ہیں۔

ان اللہ سبحانہ امر بالصلح قبل القتال وعین القتال عند البغی [۴]

اللہ تعالیٰ نے قتال سے پہلے صلح کا حکم دیا ہے اور قتال کو اس صورت کے ساتھ مخصوص کیا ہے جب کہ بغاوت اور سرکشی ہو۔

---

[۱] ابوالسعود: تفسیر ۷/۳،۵ یہی الفاظ روح المعانی کے بھی ہیں ۲۶/۱۵۰ [۲] تفسیر ابی السعود ۷/۴،۵ [۳] احکام القرآن ۳/۴۹۳ [۴] احکام القرآن ۲/۲۲۴

۷۔ ظالم اور باغی گروہ کے خلاف طاقت کا استعمال کون کرے اور کس حد تک کرے ؟ یہ ایک اہم سوال ہے اس کا جواب علامہ ابوبکر جصاص حنفی نے تفصیل سے دیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر باغی گروہ اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کے لئے تیار نہ ہو تو اس سے قتال کا حکم دیا گیا ہے۔ بظاہر اس میں قتال کی سب ہی صورتیں داخل ہیں۔ اگر اس کے لئے طاقت کا تھوڑا سا استعمال کافی ہو، جیسے لاٹھی چلانا یا جوتوں سے پٹائی کرنا تو زیادہ طاقت استعمال نہیں کی جائے گی لیکن اگر اس سے وہ ظلم اور بغاوت سے باز نہ آئے تو تلوار بھی اٹھائی جائے گی۔ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس صورت میں بھی تلوار اٹھانا ناجائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے جو شخص منکر کو دیکھے وہ اسے طاقت سے بدل دے، اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اسے بدلے (اسے بدلنے کے لئے آواز اٹھائے) اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے ناپسند کرے۔ یہ ایمان کا کمزور درجہ ہے۔ اس میں آپ نے طاقت کے ذریعہ منکر کے ازالہ کا حکم دیا ہے۔ بظاہر اس کا تقاضہ یہ ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو منکر کا ازالہ لازماً کیا جائے۔[1]

صحیح بات یہ ہے کہ اس معاملہ میں حکومت اور معاشرہ کے درمیان فرق کرنا ہوگا۔ ظلم و زیادتی کو طاقت سے روکنا اصلاً حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اگر حکومت اپنی ذمہ داری محسوس نہ کرے تو معاشرہ کا فرض ہے کہ وہ اس کی طرف اسے توجہ دلائے اور ظلم کو مٹانے میں اس کے ساتھ تعاون کرے۔ جیسے مظلوم کے حق میں شہادت فراہم کرنا۔ اسے اخلاقی اور مالی مدد فراہم کرنا۔ ظالم کو کسی طرح کا تعاون نہ دینا۔ اس کا سماجی مقاطعہ کرنا، اس بات کی کوشش کرنا کہ اس کی تعزیر و تادیب ہو اور قرار واقعی اسے سزا ملے۔ اس طرح کے اور بھی اقدامات ہو سکتے ہیں جو معاشرہ کر سکتا ہے بلکہ اسے کرنا چاہئے۔ بعض ہنگامی حالات میں وہ مظلوم کی جان مال اور عزت و آبرو کو بچانے کے لئے قوت کا استعمال بھی کر سکتا ہے لیکن اس معاملہ میں وہ ایک حد سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا اس کے لئے صحیح نہیں ہوگا۔

یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی باغی گروہ اسلامی حکومت ہی کے خلاف کھڑا ہو جائے۔ اس صورت

---

[1] احکام القرآن ۴۹۱/۳

میں معاشرہ کا فرض ہے کہ وہ بغاوت کے کچلنے میں حکومت کے ساتھ تعاون کرے۔

اس کا بھی امکان ہے کہ خود حکومت ظلم وجور کا رویہ اختیار کرے تو اس وقت اسے روکنے کی بھرپور کوشش کی جائے گی لیکن یہ بڑا نازک کام ہے۔ اس میں اس کا خیال رکھا جائے گا کہ ظلم کو روکنے میں کوئی بڑا فتنہ نہ پیدا ہو اور دوسرے مظالم کا دروازہ نہ کھل جائے۔ تفسیر کبیر میں یہی بات اس طرح کہی گئی ہے

فقاتلوا التی تبغی ای الظالم یجب علیکم دفعه منه ثم ان الظالم ان کان هو الرعیة فالواجب علی الامیر دفعهم وان کان هو الامیر فالواجب علی المسلمین منعه بالنصیحة فما فوقها وشرطه ان لا یثیر فتنة مثل التی فی اقتتال الطائفتین او اشد منها [1]	تم جنگ کرو اس گروہ سے جو حد سے آگے بڑھے، یعنی ظالم سے، تم پر ظالم کو مظلوم سے دفع کرنا واجب ہے اب اگر ظالم کا تعلق رعایا سے ہے تو امیر پر واجب ہوگا کہ ظلم کرنے والوں کو دفع کرے لیکن اگر ظالم خود امیر ہو تو مسلمانوں پر واجب ہوگا کہ اسے نصیحت سے یا اس سے آگے کی کسی تدبیر سے ظلم سے روک دیں۔ لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ اس کی وجہ سے اس طرح کا یا اس سے بڑا فتنہ نہ پیدا ہو جائے جیسے دو گروہوں کی جنگ سے پیدا ہوتا ہے۔

اس طرح اسلام حکومت اور معاشرہ دونوں کو ظلم کے خلاف کھڑا کرتا ہے اور دونوں کے تعاون سے ظلم کو ختم کرتا ہے وہ حکومت کو ہدایت کرتا ہے کہ ظلم کو طاقت سے روکے اور معاشرہ کو حکم دیتا ہے ظلم کے مٹانے میں حکومت کے ساتھ تعاون کرے اور اس بات کی نگرانی کرتی رہے کہ حکومت خود بھی عدل کے راستہ سے ہٹنے نہ پائے۔

ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد کی جائے

اسلام معاشرہ کو ظلم سے پاک کرنا چاہتا ہے اس لئے وہ ظلم کے خلاف تو سخت

[1] تفسیر کبیر ۷/۲/۵۷ کسی گروہ کے ظلم اور بغاوت کی بہت سی شکلیں ہو سکتی ہیں اور حالات بھی مختلف ہو سکتے ہیں اس سے ان کے احکام بھی بدل جاتے ہیں۔ یہاں ان سب سے بحث نہیں کی گئی ہے۔ تفصیل کے لئے فقہ کی کتابیں دیکھی جاتی ہیں۔

فضا تیار کرتا ہے لیکن ظالم کے خلاف نفرت اور عداوت کے جذبات نہیں بھڑکاتا بلکہ اسے وہ ہمدردی اور خیر خواہی کا مستحق سمجھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ظالم اپنے غلط رویئے سے چاہے اسے اس کا شعور رہو یا نہ ہو، خود کو تباہ کرتا ہے۔ اس کی دنیا بھی برباد ہوتی ہے اور آخرت بھی۔ اسلام کو نہ تو مظلوم کی تباہی گوارہ ہے اور نہ ظالم کی۔ اسے دونوں کے ساتھ ہمدردی ہے اور وہ دونوں کو بچانا چاہتا ہے، لیکن اس ہمدردی کی نوعیت مختلف ہے۔ حدیث میں کہا گیا ہے کہ ظالم اور مظلوم دونوں ہی تمہاری مدد کے محتاج ہیں۔ مظلوم کی مدد یہ ہے کہ اسے ظالم کی چیرہ دستی سے بچایا جائے اور ظالم کی مدد یہ ہے کہ اسے جور و ستم سے باز رکھا جائے۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا	اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم
قالوا یا رسول اللّٰہ ھٰذا	صحابہ نے عرض کیا، اگر وہ مظلوم ہوگا تو بلا شبہ
ننصرہ مظلوما فکیف	ہم اس کی مدد کریں گے لیکن ظالم ہو تو کیسے مدد
ننصرہ ظالما قال تاخذ	کریں؟ آپؐ نے فرمایا تم اس کا ہاتھ پکڑ لو (اور
فوق یدیہ [1]	اسے ظلم کرنے نہ دو۔ یہی اس کی مدد ہے)

آج کی جاہلیت کی طرح جاہلیت عرب میں بھی ہر معاملہ میں اپنے خاندان، قبیلہ ذات اور برادری کو دیکھا جاتا اور حق و ناحق سے آنکھیں بند کر کے اس کی حمایت اور نصرت کو ضروری سمجھا جاتا تھا۔ اس بنیاد پر بڑی بڑی جنگیں ہوتی رہتی تھیں اور خون خرابہ سے عرب کا ریگستان سرخ ہوتا رہتا تھا۔ اسلام نے اس عصبیت جاہلیہ کو ختم کیا۔ اس نے کہا قوم کے ساتھ اس میں شک نہیں کہ ہمدردی ہونی چاہئے لیکن اس ہمدردی کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر وہ ظلم و زیادتی کی روش اختیار کرے تو اسے آگے بڑھنے سے روک دیا جائے، نہ یہ کہ ہلاکت کے جس کھڈ میں وہ گر رہی ہے اس میں آدمی خود بھی کود پڑے۔

حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ دو نوجوان جن میں سے ایک مہاجر اور دوسرا انصاری

---

[1] بخاری، کتاب المظالم والقصاص، باب اعن اخاک ظالماً اومظلوماً۔

تھا آپس میں لڑ پڑے انصاری نوجوان نے انصار کو مدد کے لئے پکارا اور مہاجرین سے تعلق رکھنے والے نوجوان نے مہاجرین کو آواز دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو باہر تشریف لائے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ دو نوجوانوں کا جھگڑا تھا کوئی خاص بات نہیں ہے۔ اس پر آپ نے اطمینان کا اظہار فرمایا کہ کوئی بڑا حادثہ پیش نہیں آیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ نوجوانوں کی اس پکار کو سن کر آپ نے فرمایا

دعوها فانها منتنة	اسے ختم کر دو یہ تو بڑی گندی پکار ہے

اس کے بعد آپ نے فرمایا

ولینصر الرجل اخاه ظالما او مظلوما ان کان ظالما فلینهه فانه له نصر وان کان مظلوما فلینصره [1]	آدمی کو اپنے بھائی کی مدد کرنی چاہئے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ اگر ظالم ہو تو اسے ظلم سے باز رکھے، یہی اس کی مدد ہے اور مظلوم ہو تو (ظالم کے مقابلہ میں) اس کی حمایت کرے۔

کسی فرد یا گروہ کی مظلومی پر ایک مسلمان کو جو تکلیف ہوتی ہے یا ہو سکتی ہے اور جس خلوص اور ہمدردی سے وہ اس کا مداوا چاہتا ہے، ظالم سے بھی اسے اتنی ہی ہمدردی ہونی چاہئے۔ اسے تباہی سے بچانے کے لئے بھی اس کے اندر وہی دل سوزی دردمندی اور تڑپ پائی جانی چاہئے جو مظلوم کے حق میں اس کے اندر پائی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مظلوم کی صرف دنیا خراب ہوتی ہے اور ظالم کی دنیا ہی نہیں آخرت بھی برباد ہوتی ہے یہ بہت بڑی بربادی ہے۔ اس پہلو سے تو مظلوم سے زیادہ ظالم ہمدردی کا مستحق ہے۔

---

[1] مسلم، کتاب البر والصلہ، باب نصر الاخ ظالماً او مظلوماً

اگر آپ اسلام کے بنیادی عقیدوں کو سمجھنا اور اپنے دوستوں کو سمجھانا چاہتے ہیں تو مولانا سید جلال الدین عمری کا انگریزی کتابچہ

ISLAM — THE UNIVERSAL TRUTH

کا مطالعہ کیجئے۔ قیمت -/3 ناشر: ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی۔ علی گڑھ